دل کی بات
اداریہ

تحفظِ ختمِ نبوت کا محاذ اور میڈیا وار

عبداللطیف خالد چیمہ

دنیا میں لمحہ بہ لمحہ بدلنے والی صورت حال نے اجتماعی دینی کام کرنے والے افراد و جماعتوں کو مجبور کر دیا ہے کہ وہ تازہ ایشوز پر پوری اور تازہ دم نظر رکھیں۔ حالیہ تحریکِ تحفظِ ناموسِ رسالت نے جب دنیا کے مسلمانوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور دنیا بھر کے مسلمان بلاتفریقِ مسلک و مشرب گستاخ پادریوں کے خلاف یک زبان ہو گئے تو ملالہ کا ’’ملال‘‘ کرنے والوں نے اپنا کام بلکہ وار کیا۔

یہیں سے تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوت کا آفاقی کام کرنے والوں کو صورتِ حال کا اندازہ کر لینا چاہیے۔ پرنٹ میڈیا پر پہلے جیسی صورت حال نہیں۔ خصوصاً انگلش اخبارات دین دشمنوں سیکولر لابیوں اور قادیانیوں کے حمایتی نظر آتے ہیں۔ ٹی وی چینلز پر عالمی ہدایات، حکومتی پالیسیاں اور دجّال کے خزانوں کا پیسہ کام کر رہا ہے۔ سوشل میڈیا (سماجی رابطے کی ویب سائٹس) پر کچھ نوجوان سرگرم ہیں۔ جنھوں نے تحفظِ ختمِ نبوت کے محاذ کو بھی سنبھالا ہوا ہے۔ قادیانی فتنہ ملک وملّت کے خلاف نبرد آزما ہے کہیں کھل اور کہیں پس منظر میں۔

گزشتہ دنوں راقم السطور سمیت کئی دوستوں کو قادیانی جماعت کی طرف سے دھمکی آمیز ایس ایم ایس موصول ہوئے، قادیانی یاد رکھیں کہ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کی جدوجہد کو ہر سطح پر منظّم کرنا ہماری دنیا و آخرت کی کامیابی کی ضمانت ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ارشادِ گرامی کے مطابق موت انسان کی سب سے بڑی محافظ ہے۔ یہ جہدِ مسلسل جاری ہے اور انشاء اللہ جاری وساری رہے گی۔

کارکنانِ احرار اور قافلۂ تحفظِ ختمِ نبوت سے ہمیں یہ کہنا ہے کہ قدم نہ ڈگمگائیں اور آخری فتح ہماری ہے۔ ان شاء اللہ۔ مجلس احرارِ اسلام پاکستان نے ملک بھر میں دروسِ ختمِ نبوت کا سلسلہ جاری کر دیا ہے جس کا آغاز چند روز پیشتر جماعت کے شعبہ تبلیغ کے ناظم اور خطیب جامع مسجد احرار چناب نگر مولانا محمد مغیرہ نے لاہور سے کر دیا ہے۔ ہم چاہیں گے کہ اس محاذ کے افراد و جماعتیں باہمی تعاون سے پرنٹ میڈیا الیکٹرانک میڈیا اور سوشل میڈیا سمیت تمام محاذوں پر اشتراکِ عمل پیدا کریں۔

ملالہ پر حملہ پس منظر......پیش منظر:

۹ر اکتوبر کو مینگورہ (سوات) میں سکول سے واپس جانے والی ایک بس پر حملہ ہوا اور ملالہ، شازیہ اور کائنات تین دُخترانِ وطن زخمی ہوئیں۔ ''ملالہ'' اِن میں زیادہ زخمی ہوئی، فوری اخباری رپورٹس میں تحریکِ طالبان کو اس حملے کا ذمّہ دار ٹھہرایا گیا جس سے ایسا لگا جیسے حملہ آوروں نے گولی چلانے کے فوراً بعد طالبان سے اپنی وابستگی کا خود اعلان فرما دیا ہے۔

شازیہ اور کائنات بھی وطن کی بیٹیاں ہیں اُن کے نام اخبارات سے ڈھونڈنے پڑے۔ ملالہ پر حملہ کیوں ہوا؟ لیکن سب سے اہم بات یہ ہے کہ ایک ایسے وقت میں حملہ آوروں نے حملہ کیا جب پوری قوم بلکہ پوری اُمّتِ مسلمہ امریکہ اور اس کے ہم نوا شیاطین کی طرف سے اسلام، قرآن اور پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والوں کے خلاف بیک آواز اور سراپا احتجاج تھی۔ میڈیا بلکہ زور آور میڈیا نے منصوبہ سازوں کی طے شدہ حکمتِ عملی کو زوردار طریقے سے آگے بڑھایا، اتنا اُچھالا کہ کچھ سوچنے اور پرکھنے کے مواقع ہی ختم ہوگئے۔ مذہبی جماعتوں سمیت تمام طبقات نے اس اندوہناک واقعے کی مذمّت کی لیکن میڈیا کے دباؤ کے پیشِ نظر تصویر کا ایک رُخ ہی نظر میں رہا۔

ملالہ یوسف زئی کو شہرت ۲۰۰۹ء کے سوات آپریشن سے قبل بی بی سی کے لیے لکھی گئی ڈائریوں سے ملی جو دراصل ''گل مکئی'' کے نام سے شائع اور نشر ہوئیں۔ ڈائریوں کا اصل رائٹر کون تھا اور کن مقاصد کے لیے لکھی گئیں؟ کچھ وقت تو لگے گا لیکن مطلع انشاء اللہ تعالیٰ صاف ہوجائے گا۔ تاہم اتنا ضرور ہے کہ امریکی صدر اور وزیرِ خارجہ کی براہِ راست مداخلت، عالمی دنیا کا شور اور برمنگھم کے کوئین الزبتھ ہسپتال میں علاج بہت سے خفیہ رازوں سے پردہ اٹھاتا ہے۔

میڈیا کے یک طرفہ دباؤ کے باوجود محترم قاضی حسین احمد اور جناب مولانا فضل الرحمٰن کے بیانات ابتدا ہی میں آ گئے کہ: ''ملالہ پر حملے کی مذمت کا ہمیں کہنے والے ہی دراصل حملہ کے ذمہ دار ہیں۔'' ''ملالہ پر حملہ قابلِ مذّمت جامعہ حفصہ اور لال مسجد میں معصوم بچیوں کا خون کیوں ارزاں کیا گیا۔'' ''کیا ڈرون حملوں میں شہید ہونے والے معصوم بچے انسان نہیں اور ان کا کیا جرم ہے۔''

۳۰ر اکتوبر ۲۰۰۶ء کو صبح پانچ بجے باجوڑ کے شینہ گئی گاؤں میں ایک مدرسے پر ڈرون حملہ کر کے ۸۲ معصوم طلباء کو شہید کیا گیا اُن کا کیا جُرم تھا؟ کیا جرمِ بے گناہی ہی اُن کا جرم تھا۔ مجلس احرارِ اسلام اور تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوّت نے بھی اس حملے کو قابلِ مذمّت، قابلِ نفرت قرار دیا۔ لیکن سوال اپنی جگہ پر درست اور قائم ہے کہ دیگر دُخترانِ وطن کا کیا جرم ہے؟

ڈرون حملوں میں جو بے شمار ''ملالاؤں'' کو موت کے گھاٹ اتارا اور امریکی مفادات سے بندھے ہوؤں نے

جو چُپ سادھ رکھی کیا یہ بھی کوئی جرم ہے؟ اس سوال کا جواب تاریخ کے ذمّہ قرض ہے اور اس قرض کے ہم دعوے دار ہیں!

اس حملے کے بہت سے پہلوؤں پر گفتگو کی جاسکتی ہے۔ ایک بات واضح ہو کر سامنے آچکی ہے کہ ملالہ کی بیشتر ڈائریاں (جن کو بنیاد بنایا جارہا ہے) وہ ملالہ نے نہیں ملالہ کے والد ضیاء الدین یوسف زئی نے خود لکھی تھیں اور امریکی حکومت ملالہ کیس کو پاکستان سے اپنے عام حالات میں ناقابلِ قبول مطالبات منوانے کے لیے استعمال کرنے کا منصوبہ بنا چکی ہے۔

صدرِ مملکت آصف علی زرداری کا یہ بیان صورتِ حال کی تفہیم میں مدد دے رہا ہے جو انھوں نے اسلام آباد میں ’’سیفما کانفرنس‘‘ میں دیا کہ صدر زرداری نے دہشت گردوں کے خلاف فوری آپریشن کے امکان کو مسترد کرتے ہوئے کہا کہ: ’’تاریخ کے سامنے جوابدہ ہوں۔ ’’چین‘‘ کے سوا کوئی مدد کے لیے تیار نہیں، قومی مفاہمت کے بغیر ملک میں کہیں بھی فوجی آپریشن نہیں ہوگا۔‘‘ اِسی خطاب میں صاحبِ صدر نے ’’سیفما‘‘ کے دُم بریدہ سگان وشغالان کی جانب سے آپریشن کے مطالبے پر اُنھیں جس طرح مدارس کی تعداد اور اُن کے ممکنہ اتحاد سے ڈرایا وہ خاصا دل چسپ ہونے کے ساتھ ساتھ دینی طبقات کو اپنی نئی صف بندی اور حقیقی قوّت وحقیقی کمزوری کا ادراک کرنے میں بہت ممدّ ومعاون ہے۔

ہمارے خیال میں جوں جوں پراپیگنڈے کے بادل چھٹیں گے حقیقت آشکارا ہوتی چلی جائے گی۔ ملالہ کیس سے یہ بات کھل کر سامنے آگئی ہے کہ ہم میڈیا وار کے ایک خطرناک دور سے گزر رہے ہیں، دجّالی تہذیب وتمدّن کا مقابلہ کرنے کے لیے پرنٹ میڈیا، الیکٹرانک میڈیا اور سوشل میڈیا پر قومی اور دینی حلقوں کو اپنا کردار ادا کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے اصل کام یعنی تواصی بالحق اور تواصی بالصبر کو ہرگز نہیں بھولنا چاہیے۔ بظاہر جنگ آخری مراحل میں داخل ہو چکی ہے اور مدتوں سے پردے اُٹھنے کی منتظر نگاہ اب لذّتِ نظارہ سے شادکام ہونے ہی والی ہے۔ دینی قوتوں کو عارضی اور محدود سہاروں سے صرفِ نظر کر کے دیرپا نبوی حکمتِ عملی کی بنیاد پر ربط ومرابطت پیدا کرنے کے لیے سوچ بچار کے ساتھ صف بندی کرنے چاہیے کہ اس کے بغیر ہم اپنے اہداف ومقاصد کی طرف مناسب پیش قدمی نہیں کر سکتے۔